سوال نمبر 1

(ا)

ترجمہ: البتہ بے شک اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ موجود ہے۔ یہ نمونہ اس کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے اور آخرت کے دن کا یقین رکھتا ہو، اور اللہ تعالیٰ کو بہت کثرت سے یاد کرو۔

تشریح:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ کے کل اقوال، افعال اور احوال پیروی اور تابعداری کے لائق ہیں یہ صرف آپ ﷺ کی ذات کی خصوصیت تھی۔ یہ آیت غزوہ خندق کے موقع پر نازل ہوئی جب آنحضرت ﷺ اور تمام مومنین پر سخت آزمائش کا وقت تھا۔ آپ ﷺ نے ہر موقع پر ایک عظیم راہنما اور ہمدرد سپہ سالار ہونے کا ثبوت دیا۔ خندق کی کھدائی میں آپ ﷺ نے بھی ایک عام مسلمان کی طرح حصہ لیا۔ تمام مسلمانوں اور مجاہدین کے ساتھ سردی کی شدت اور بھوک پیاس برداشت کی۔ جب بنو قریظہ نے غداری کی اور تمام مسلمانوں کے بچوں اور گھریلو افراد کی جانوں کو خطرات درپیش تھے تو ان میں آپ ﷺ کے بال بچے بھی شامل تھے تب بھی آپ ﷺ نے اپنے گھریلو افراد کی حفاظت کے لئے کوئی خاص اور علیحدہ بندوبست نہ کیا بلکہ خدا پر توکل کر کے محاذ پر ثابت قدم رہے۔ اور اس آیت مبارکہ میں مومنین کو اللہ تعالیٰ نے سنت کی پیروی کرنے کے نتیجہ میں جنت کی اُمید دلائی۔ اور جو آپ کے حکم پر عمل پیرا نہ ہوگا اُسے تنبیہ فرمائی۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ (البقرہ:۲۱۴)

کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بغیر تمہاری آزمائش کے تم جنت میں چلے جاؤ گے؟

سورۃ احزاب میں اسی آیت کے آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

"تم سے اگلے لوگوں کی بھی آزمائش ہوئی تھی اور انہیں بھی دکھ درد اور لڑائی میں مبتلا کیا گیا تھا یہاں تک کہ انہیں ہلایا گیا کہ ایمان والوں اور خود رسولوں کی زبان سے نکل گیا کہ خدا کی مدد کب آئے گی؟ آگاہ رہو خدا کی مدد بہت ہی قریب ہے۔" (احزاب:22)

آپ ﷺ نے سنت کی پیروی ہر حال میں کرنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص فساد امت کے وقت میری سنت پر عمل پیرا رہے گا اسے ایک سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔"

موقع محل کے لحاظ سے یہ آیت غزوہ احزاب سے تعلق رکھتی ہے مگر اس کے الفاظ اور منشا عام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ صرف اسی لحاظ سے رسول ﷺ کی زندگی مسلمانوں کے لئے نمونہ ہے بلکہ مطلقاً اسے نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان زندگی کے ہر معاملے میں آپ ﷺ کی تقلید کریں اور اپنی سیرت اور کردار کو آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ اور کردار کے مطابق ڈھالیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ آپ ﷺ کی تقلید صرف وہی لوگ کریں گے جو خدا سے ملاقات پر یقین رکھتے ہوں اور روز محشر پر ان کا ایمان پختہ ہو اس کے علاوہ وہ کثرت سے خدا کا ذکر کرتے ہوں صرف ایسے لوگ ہی آخرت میں اجر و ثواب کے لئے آپ ﷺ کی پیروی کریں گے اطاعت رسول ﷺ کامیابی کی ضمانت، محبت خداوندی کا ذریعہ، حصول جنت کا باعث اور دین و دنیا کی فلاح کا راستہ ہے۔

(ب)

ترجمہ: اے نبی ﷺ آپ اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ ڈالے رکھیں اپنے اوپر اپنی چادریں یہ حکم اس لئے ہے کہ اُن کی پہچان کر کے اُن کو کوئی تکلیف نہ دے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو فرماتا ہے کہ آپ مومن عورتوں سے فرما دیں بالخصوص اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں سے کیوں کہ وہ تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر و افضل ہیں کہ وہ اپنی چادریں قدرے لٹکا لیا کریں تا کہ جاہلیت کی عورتوں سے ممتاز ہو جائیں۔ اسی طرح لونڈیوں سے بھی آزاد عورتوں کی پہچان ہو جائے۔ جلباب اس چادر کو کہتے ہیں جو عورتیں اپنے دوپٹہ کے اوپر ڈال لیتی ہیں۔

- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، ''اللہ تعالیٰ مسلمان عورتوں کو حکم دیتا ہے کہ جب وہ اپنے کسی کام کیلئے باہر نکلیں تو جو چادر وہ اوڑھتی ہیں اسے سر پر سے جھکا کر منہ ڈھک لیا کریں۔ صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔''
- امام محمد بن سیرینؒ کے سوال پر حضرت عبیدہ سلمانیؒ نے اپنا چہرہ اور سر ڈھانک کر اور بائیں آنکھ کھلی رکھ کر بتلا دیا کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے۔
- حضرت عکرمہؒ کا قول ہے کہ اپنی چادر سے اپنا گلا ڈھانپ لے۔
- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ اس آیت کے اترنے کے بعد انصار کی عورتیں جب نکلتی تھیں تو اس طرح چھپی چلتی تھیں کہ گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں سیاہ چادریں اپنے اوپر ڈال لیا کرتی تھیں۔
- جب زہریؒ سے سوال ہوا کہ کیا لونڈیاں چادر اوڑھیں! خواہ خاوندوں والی ہوں یا بے خاوندوں کی ہوں۔ فرمایا دوپٹہ تو ضروری اوڑھیں اگر وہ خاوندوں والیاں ہوں تا کہ ان میں اور آزاد عورتوں میں فرق رہے۔
- حضرت سفیان ثوریؒ سے منقول ہے کہ ذمی کافروں کی عورتوں کی زینت کا دیکھنا صرف خوف زنا کی وجہ سے ممنوع ہے نہ کہ ان کی حرمت و عزت کی وجہ سے کیونکہ آیت میں مومنوں کی عورتوں کا ذکر ہے چادر کا لٹکانا چونکہ علامت ہے آزاد پاک دامن عورتوں کی اس لئے یہ چادر کے لٹکانے سے پہچان لی جائیں گی۔
- سدیؒ کا قول ہے کہ فاسق لوگ اندھیری راتوں میں راستے سے گزرنے والی عورتوں پر آوازیں کستے تھے اس لئے یہ نشان ہو گیا کہ گھر گرہست عورتوں اور لونڈیوں اور باندیوں وغیرہ میں تمیز ہو جائے اور ان پاک دامن عورتوں پر کوئی لب نہ ہلا سکے۔ پھر فرمایا کہ جاہلیت کے زمانے میں جو بے پردگی کی رسم تھی، جب تم اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے عامل بن جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمام اگلی خطاؤں سے درگزر فرمالے گا اور تم پر رحم و کرم کرے گا۔

بظاہر آیت کا نزول اُس وقت کی مومنہ عورتوں کو کفار مکہ کی بدتمیزیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے دیا گیا تھا لیکن یہ حکم عموی پردے کے احکامات میں شامل ہے اور آج کی ہر عورت کے لئے اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ تا کہ وہ آج کے جدید معاشرے کی خرافات سے محفوظ رہیں۔

(ج)

ترجمہ: دیہاتی بدوؤں نے کہا ہم ایمان لے آئے۔ اے نبی ﷺ کہہ دیجئے تم ایمان نہیں لائے اور لیکن تم یہ کہو کہ ہم نے اسلام (تابع فرمانی) قبول کیا۔ اور جب کہ ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور یہ کہ تم اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی وہ (پروردگار) تمہارے اعمال میں کچھ بھی کمی نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

تشریح

ان آیات میں لوگوں کے اعمال، اخلاق، احوال اور سوچ کی اصلاح فرمائی جا رہی ہے۔ کہ اگر کوئی اسلام قبول کر کے حضور ﷺ پر احسان جتلائے تو وہ اس غلط فہمی میں نہ رہے بلکہ وہ شکر ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس پر دین اسلام کے دروازے کھول دیئے ہیں اور اسلام قبول کرتے ہی کوئی مومن نہیں بن جاتا ایمان کے ساتھ سے اوپر کچھ شعبے ہیں اُن منزلوں کو پار کرنے کے بعد مومن اور متقی کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ یہاں اُن میں سے چند کا ذکر ہے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ قبیلہ بنی اسد کے کچھ لوگ جو پکے مسلمان نہ تھے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے۔ قحط سالی کا زمانہ تھا۔ وہ لوگ اپنے سارے سامان اور اہل وعیال سمیت مدینہ میں فروکش تھے۔ وہ روزانہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ پر احسان دھرتے کہ ہم مشرف با اسلام ہو کر صدہا تکلیف کے باوجود مدینہ پہنچے۔ اسلام لانے سے قبل ہم آپ ﷺ سے کبھی نہیں لڑے۔ اور اب تو ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔ اسلام کی خاطر گھر بار چھوڑا۔ صدقات وخیرات میں سے ہمیں بھی حصہ ملنا چاہیے۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (معالم التنزیل)

قُولُوٓا اَسۡلَمۡنَا یعنی تمھیں ایمان کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ تم یہ کہہ سکتے ہو۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ آیت سے معلوم ہوا ہے کہ اسلام اور ایمان میں فرق ہے۔ اسلام ظاہری اطاعت کو کہتے ہیں۔ جو شخص قول وعمل کی حد تک اسلامی تعلیمات پر عامل ہے۔ وہ مسلمان ہے۔ ایمان اس کے برعکس ایک قلبی کیفیت کا نام ہے۔ جس کا تعلق قلبی تصدیق کے ساتھ ہے اور جس کا علم صرف خدا کی ذات کو ہے۔ گویا اسلام عام ہے۔ اور ایمان خاص تر ہے۔

مِنۡ اَعۡمَالِكُمۡ اگر واقعی ایمان لے آؤ اور دل سے اللہ تعالیٰ ورسول ﷺ کے احکام کی تصدیق کرنے لگو تو اللہ تعالیٰ سارے اعمال کا پورا پورا اجر دے گا۔

سوال نمبر 2

(الف)

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ابن آدم کے قدم اپنی جگہ سے ہٹ نہ پائیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے گا۔ اول اس کی عمر کہ کن باتوں میں گزاری دوسرے جوانی کن باتوں میں گنوائی اور تیسرے مال کے متعلق کہ کہاں سے کمایا اور چوتھی (مال) کہاں خرچ کیا، پانچویں یہ کہ علم سیکھ کر اس پر کتنا عمل کیا۔

تشریح:

قیامت کے دن جب میزان عدل قائم کیا جائے گا اس دن اللہ تعالیٰ بندے سے اس کو عطا کردہ ہر نعمت کے بارے میں جواب طلب کرے گا۔

قرآن پاک میں فرمان الٰہی ہے کہ:

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (التکاثر:8)

پھر اس دن تم سے ہر نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

حدیث مبارکہ میں ان میں سے پانچ باتوں کے متعلق سوال کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے:

۱۔ زندگی کن کاموں اور مشغلوں میں ختم کی۔

۲۔ جوانی کن مشغلوں میں گزاری۔

۳۔ مال و دولت کہاں سے حاصل کیا۔

۴۔ مال و دولت کن جگہوں میں خرچ کیا۔

۵۔ جو کچھ علم تھا اس پر کتنا عمل کیا۔

O...... قیامت میں آدمی کو اپنی پوری زندگی کا حساب دینا ہوگا کہ پیدا ہو کر مرنے تک اس نے زندگی میں کیا کچھ کیا۔ اس میں کتنا وقت دنیاداری کے کاموں میں صرف کیا اور کتنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے گزارا اور وہ خود کتنا زندگی کو حکم الٰہی کے تابع کر کے گزارنے میں کامیاب ہوا۔

O...... جوانی جس پر انسان کو یہ گمان ہوتا ہے کہ سدا رہنے والی ہے، بڑھاپا نہیں آئے گا اگر اس میں ہوش سے کام لے کر بھلائیاں کرتا رہا تو کامیاب ٹھہرا ورنہ عاقبت خراب کر لی۔

O...... مال و دولت جس کی ہوس کبھی ختم ہی نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک پیسہ کا حساب لیں گے کہ کتنا کمایا، حلال طریقہ سے کمایا یا خدانخواستہ حرام طریقہ سے اور کمائی کو کن جگہوں میں خرچ کیا؟ جائز یا ناجائز؟۔۔۔۔ الغرض اس دنیا اور اس کی زندگی میں ہم جو کچھ کماتے اور خرچ کرتے ہیں، آخرت میں اس کا پورا حساب دینا ہوگا۔ اور نیک اعمال کرنے والے اپنے عاقبت کے گھر جنت میں چلے جائیں گے۔

قرآن پاک میں فرمان الٰہی ہے کہ:

وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ (الرعد:۲۲)

اور جو پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (مصائب پر) صبر کرتے اور نماز پڑھتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں اور نیکی سے برائی کو دور کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں گھر ہے۔

○...... نبی کریم ﷺ نے بھی ان بندوں کو خوش نصیب اور خوش قسمت کہا ہے جو قیامت کے دن کے حساب کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی ساری زندگی اور اس کے معاشرتی و مالی معاملات کمانے اور خرچ کرنے کے وقت خدا اور رسول ﷺ کے احکامات کو یاد رکھتے ہیں اور ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں:

ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے دوستوں میں بہت زیادہ قابل رشک میرے نزدیک وہ مومن ہیں جو دنیا کے ساز و سامان اور بچوں کے لحاظ سے بہت ہلکا پھلکا ہو' نماز میں اس کا بڑا حصہ ہو' اور اپنے رب کی عبادت خوبی کے ساتھ اور احسان کے ساتھ کرتا ہو اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری اس کا شعار ہو اور یہ سب کچھ خلوت میں کرتا ہو اور مزید فرمایا۔ پھر اس کو موت جلدی آ گئی اور اس پر رونے والیاں بھی کم ہیں اور اس کا مال و اسباب جو چھوڑ کر مرا وہ بھی تھوڑا سا ہے۔ (مسند احمد' جامع ترمذی)

جو لوگ اس انداز میں زندگی گزارتے اور مال کما کر اس طرح خرچ کرتے ہیں وہی قیامت میں جوابدہی کے پل کو پار کر سکیں گے۔

○...... آخری بات یہ کہ علم پر کتنا عمل کیا؟ قیامت میں ان لوگوں کی پکڑ زیادہ ہوگی جو عالم بے عمل تھے۔ وہ شخص جو جانتا نہیں وہ تو معافی کا حقدار ہوگا لیکن جو جانتا ہے علم رکھنے کے بعد اس بات پر اس نے کتنا عمل کیا اس کا جواب جب تک نہ دے گا قیامت کے دن اپنی جگہ سے ہل نہ سکے گا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَلْعِلْمُ دُوْنَ الْعَمَلِ وَبَالٌ — عمل کے بغیر علم وبال اور ہلاکت ہے۔

اگر عمل نہ کیا جائے تو اس علم کے باعث انسان کا انجام بہت خطرناک ہوگا۔ لہٰذا یہ بھی ضروری ہے کہ تھوڑا علم حاصل کرو اتنا جتنے پر عمل لازم پکڑو۔ آج کل ڈگریاں حاصل کرنے کے لئے علم کی منزلیں طے کرتے جاتے ہیں اور عمل اس پر بالکل نہیں۔ یہ بھی قیامت میں وبال جان بن جائے گا۔

(ب)

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا بے شک مومن کے میزان عمل میں سب سے وزنی چیز قیامت کے دن اچھے اخلاق ہونگے اور بے شک اللہ تعالیٰ بدگو گالی بکنے والے کو ناپسند کرتا ہے۔

تشریح:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیم میں ایمان کے بعد جن چیزوں پر بہت زیادہ زور دیا ہے، ان میں ایک یہ ہے کہ آدمی اخلاق حسنہ اختیار کرے اور برے اخلاق سے اپنی حفاظت کرے۔ حدیث زیر مطالعہ میں بھی اسی کی ترغیب دی گئی ہے کہ اخلاق جس کے جتنے زیادہ اچھے ہوں گے وہ نبی کریم ﷺ کے قریب ہوں گے۔

انسان کی زندگی میں اخلاق کی بڑی اہمیت ہے اگر انسان کے اخلاق اچھے ہوں تو اس کی اپنی زندگی بھی قلبی سکون اور خوشگواری کے ساتھ گزرے گی اور دوسروں کے لئے بھی اس کا وجود رحمت اور چین کا سامان ہوگا اور اس کے برعکس اگر آدمی کے اخلاق برے ہوں تو خود وہ بھی زندگی کے لطف و مسرت سے محروم رہے گا اور جن سے اس کا واسطہ اور تعلق ہوگا ان کی زندگیاں بھی بے مزہ اور تلخ ہوں گی۔ اخلاق کی اصلاح کے لئے احادیث مبارکہ میں بہت زیادہ تلقین کی گئی ہے اور ترغیب دی گئی ہے۔ کہیں اجر کا ذکر فرمایا تو کہیں اخلاق حسنہ کی فضیلت بیان فرمائی:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا (صحیحین)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا (سنن الدارمی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان والوں میں زیادہ کامل وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"حسن سیرت، بردباری اور میانہ روی، نبوت کے اجزاء میں سے چوبیسواں حصہ ہے۔"

قبیلہ مزینہ کے ایک شخص سے روایت ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! انسان کو جو کچھ عطا ہوا ہے اس میں سب سے بہتر کیا ہے۔

قَالَ اَلْخُلُقُ الْحَسَنُ (البیہقی)

فرمایا: "اچھے اخلاق"

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ:

"صاحب ایمان بندہ اپنے اخلاق سے ان لوگوں کا درجہ حاصل کر لیتا ہے جو رات میں نفلی نمازیں پڑھتے ہوں اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہوں۔" (ابوداؤد)

احادیث مبارکہ میں زبان کی حفاظت کی بہت تاکید کی گئی ہے کہ سوچ سمجھ کر بولو ورنہ خاموش رہو۔ لایعنی گفتگو سے پرہیز کرو۔ بدگوئی سے بچو یہی مومن کی پہچان ہے۔ کیونکہ بدگو زبان اخلاق حسنہ سے عاری ہوتی ہے۔ حدیث مبارکہ کا دوسرا حصہ اسی کی تاکید میں بیان ہوا ہے۔

فرمان نبوی ﷺ ہے

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِطَعَّانٍ وَلَا لَعَّانٍ وَلَا فَاحِشٍ وَلَا بَذِيٍّ (ترمذی)

مومن بندہ نہ زبان سے حملہ کرنے والا ہوتا ہے نہ لعنت کرنے والا اور نہ بدگو اور نہ گالی بکنے والا ہوتا ہے۔

جو شخص ایسی برائیاں کرتا ہے اور لوگ اس کی برائی سے بچنے کے لئے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں اُن کا انجام نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا ہے:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجہ کے لحاظ سے بدترین آدمی قیامت کے دن وہ ہوگا جس کی بدزبانی اور سخت کلامی کے ڈر سے لوگ اس کو چھوڑ دیں (مراد ملنے اور بات کرنے سے گریز کریں۔)

(بخاری و مسلم)

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ حضرت میرے بارے میں جن باتوں کا خطرہ ہو سکتا ہے ان میں زیادہ خطرناک اور خوفناک کیا ہے؟ سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ کہتے ہیں کہ "آپ ﷺ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا سب سے زیادہ خطرہ اسی سے ہے۔" (جامع ترمذی)

زبان کی حفاظت کا بہترین انداز خاموشی اختیار کرنا یا ذکر الٰہی میں مشغول رہنا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

* مَنْ صَمَتَ نَجَا (ترمذی) — جو چپ رہا وہ نجات پا گیا

* فَقَالَ اَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ (مسند احمد) — آپ ﷺ نے فرمایا: یعنی زبان پر قابو رکھو وہ بے جا نہ چلے۔

انسان جب خاموش رہے گا یا سوچ سمجھ کر بولے گا تو زبان قابو میں رہے گی اور گناہ بھی کم کرے گا۔ لہٰذا جہنم رسید ہونے سے بچ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فحش گوئی کی ناپسندیدگی کا اعلان قرآن پاک میں ان الفاظ میں فرمایا۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ (الاعراف:۳۳)

اے نبی ﷺ کہہ دیجئے کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو، ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کیا تم جانتے ہو کہ جنت میں کسی وجہ سے زیادہ لوگ داخل ہونگے؟ خدا ترسی اور حُسنِ خلق سے، جانتے ہو دوزخ میں سب سے زیادہ کس وجہ سے لوگ داخل ہوں گے؟ منہ اور شرمگاہ کے غلط استعمال کی وجہ سے۔ (ترمذی ابن ماجد)

اس لئے اخلاق حسنہ اپنانے اور اخلاق رزیلہ سے بچنے کا حکم دیا گیا۔

سوال نمبر 3

ہجرت مدینہ کی اہمیت:

نابجرت مدینہ

تاریخ اسلام میں ہجرت مدینہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ~~بظاہر اس سے مسلمانوں کی بے بسی اور کمزوری کا اظہار ہوتا ہے~~ لیکن حقیقت میں یہ واقعہ اسلام کی قوت و شوکت اور عروج کی بنیاد بنا۔ گویا اسلام کا مرکز مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ منتقل ہوا۔ اسی عظیم الشان واقعہ سے ہجری سال کا نام پڑا۔ کاروانِ اسلام کا یہ سنگ میل ہے۔ جہاں محکومی و مظلومی ختم ہوتی ہے اور فرمانروائی کا دور شروع ہوتا ہے۔ ذیل میں ہجرت مدینہ کے اہم نتائج واثرات پیش کئے جاتے ہیں۔

پرامن ماحول:

کفار مکہ نے نہ صرف اسلام کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا' بلکہ اُنہوں نے اہل ایمان پر بے پناہ ظلم وستم ڈھائے تھے اور اُن پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا۔ ہجرت کے بعد مسلمانوں نے کفار کے ظلم وستم سے کلی طور پر نجات پائی اور اُنہیں مدینہ میں ایسا پرسکون و پرامن ماحول میسر آیا' جہاں وہ امن وچین سے زندگی بسر کر سکتے تھے اور اسلامی اعمال وعبادات کو آزادی کے ساتھ سرانجام دے سکتے تھے۔

اسلامی معاشرے کا قیام: ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کو یہ سنہری موقع ملا کہ وہ ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل کر سکیں اور آپس میں اسلامی خصوصیات وروایات کا مظاہرہ کریں۔ مہاجرین نے اپنا گھر بار چھوڑ کر ایثار وقربانی کی بہترین مثال قائم کی۔ دوسری طرف انصار مدینہ نے اسلامی اخوت کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔ اس طرح مہاجرین اور انصار کے یکجا ہونے سے ایک مثالی اسلامی معاشرہ وجود میں آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی رہنمائی

میں ایک ایسا مثالی معاشرہ تشکیل دیا جس کی مثال تاریخ عالم میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔

اسلامی ریاست کا قیام: اسلام محض چند رسومات کی ادائیگی کا نام نہیں ہے' بلکہ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو سیاسی' معاشی' معاشرتی' اخلاقی غرضیکہ ہر شعبے میں مکمل رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام ایک ایسے اقتدار اور قوت کا تقاضا کرتا ہے جو اُسے تمام دنیا کے نظاموں پر غالب کردے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (التوبہ: 33)

وہی تو ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کردے۔

اس اقتدار و قوت کو حاصل کرنے کے لئے ایک الگ ریاست کا قیام ضروری تھا۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ مکہ میں مسلمان مظلوم تھے' اس لئے دین کے تقاضوں پر عمل نہیں ہوسکتا تھا۔ لیکن اب مدینہ میں مسلمان ایک حاکم قوم کی حیثیت اختیار کر چکے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے وحی الٰہی کی روشنی میں ایک مثالی اسلامی ریاست قائم فرمائی۔

اخوت کا مظاہرہ:

ہجرت سے پہلے مدینہ میں اوس اور خزرج قبائل برسر پیکار رہتے تھے۔ اسلام نے اُن کے یہ تفرقے مٹا ڈالے اور اُنہیں ایک لڑی میں پرو دیا اور یہ قبائل شیر و شکر ہوگئے۔ ہجرت نے ثابت کردیا کہ علاقہ' رنگ و نسل' زبان' کوئی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ تمام مسلمان ایک وحدت ہیں اور وہ وحدت توحید و رسالت ہے۔ پھر انصار و مہاجرین اخوت و ایثار کے ایسے رشتے میں منسلک ہوگئے کہ قرآن مجید میں ان کی مثال ان الفاظ سے دی گئی ہے:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر: ۹)

وہ دوسروں کو اپنے اوپر فوقیت دیتے ہیں خواہ انہیں خود گھاٹے میں رہنا پڑے۔

اشاعت اسلام:

ہجرت سے اشاعت اسلام کی نئی راہیں کھل گئیں۔ مکہ میں تیرہ سال کی اَنتھک جدوجہد کے نتیجہ میں صرف چند گنے چنے افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے جبکہ ہجرت کے بعد دس سال کے مختصر عرصہ میں اسلام تیزی کے ساتھ ہر طرف پھیلنے لگا اور روم و ایران میں بھی اِس کی صدائیں گونجنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کا نور عرب کے گردو پیش میں پھیلا دیا۔

معاشی ترقی:

مکہ میں مسلمان کفار مکہ کے بے پناہ ظلم و ستم کے باعث معاشی طور پر پس کر رہ گئے تھے۔ وہاں اُن کے لئے تجارت' کاروبار اور حرفت کے دروازے بند تھے۔ اب مدینہ میں اُنہیں آزاد ماحول اور وسیع میدان میسر آیا۔ انہوں نے تجارت و کاروبار میں کافی ترقی کی اور اس طرح اُن کی معاشی حالت بہت بہتر ہوگئی۔

ایمان کی کسوٹی:

فتح مکہ سے قبل ہجرت ہی کو ایمان کی کسوٹی قرار دیا گیا۔ جو شخص اسلام لانے کے بعد مدینہ آ جاتا اُس کا ایمان پختہ تصور کیا جاتا' کیونکہ ہجرت بذات خود ایک کڑی آزمائش اور امتحان کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ پیغمبروں کی سنت ہے۔

جہاد کی اجازت:

مکہ میں مسلمان مظلوم اور دبے ہوئے تھے۔ وہ صبر و استقامت سے کام لے کر ہر قسم کا ظلم برداشت کرتے تھے' اُنہیں ابھی تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ اب مدینہ میں اُنہیں ایسا ماحول میسر آیا' جہاں کفار کے خلاف جہاد کی تیاریوں کا موقع مل گیا۔ اسی لئے مدنی دور میں وہ آیات نازل ہوئیں جن میں ظالم کے ظلم و ستم کو ختم کرنے کے لئے میدان جہاد میں اترنے کا حکم دیا گیا۔ اسی جذبہ جہاد کے نتیجہ میں اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔

سن ہجری کا آغاز:

واقعہ ہجرت کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی سن کی ضرورت محسوس کی گئی تو آپ نے اسے سن ہجرت سے شمار کرنا شروع کیا۔ اسی لئے اسلامی سال ہجری کہلاتا ہے' یہی اسلامی کیلنڈر ہے۔

یا

خطبہ حجۃ الوداع کی حیثیت

پیپر 2011ء سوال نمبر 3

سوال نمبر 4

اسلامی تہذیب و ثقافت کے دنیا پر اثرات:

پیپر 2011ء سوال نمبر 4

یا

تہذیبی کشمکش:

تہذیبی کشمکش سے مراد اُن دو تہذیبوں کا باہم ٹکراؤ ہے جو اِس وقت دنیا میں موجود ہیں۔ اُن میں سے ایک اسلامی تہذیب اور دوسری غیر اسلامی تہذیب۔ یہ دونوں تہذیبیں اپنے معانی' پس منظر' مقاصد اور اثرات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے الٹ ہیں۔

عصری تہذیبی کشمکش:

عصری تہذیبی کشمکش سے مراد دور حاضر کی دونوں تہذیبوں کے مقاصد کا باہم ٹکراؤ ہے۔ اسلامی تہذیب ایک جامع اور مستقل حیثیت کی

حامل تہذیب ہے اور غیر اسلامی تہذیب (یورپی تہذیب) بے راہ روی کا دوسرا نام ہے۔ لہٰذا بے راہ رو تہذیب اسلامی تہذیب کے اثرات کو مٹانے کے لیے بہت سے حربے استعمال کر رہی ہے اور ہر ممکن طریقے سے اس شاندار روایات کی حامل تہذیب کو مٹانے کے درپے ہے۔ لیکن اسلامی تہذیب کی بنیادیں انتہائی مضبوط ہیں اور یہ ایسا تناور درخت ہے جس کی جڑیں اپنی اصل کے ساتھ بہت مضبوطی سے پیوست ہیں۔ کیونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس طرح سے اسلامی تہذیب بھی ایسی تہذیب ہے جس کے کسی بھی شعبے میں کسی دوسری تہذیب کو مدغم کرنا ممکن نہیں۔

کیونکہ اسلامی تہذیب کو لائحہ عمل دینے والی ذات قادر مطلق ہے جو کسی بھی نقص سے پاک ذات ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ (التوبہ:۳۳)

وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایات اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُسے تمام اُدیان پر غالب کردے۔

یورپی تہذیب اسلام کے مقابل انسانوں کی پیدا کردہ ہے اور انسان خطا کا پتلا ہے۔ لہٰذا اسلامی تہذیب کے علاوہ ہر عصری تہذیب میں سقم پایا جاتا ہے۔

تہذیبی کشمکش کے اثرات: مسلمانوں نے ہسپانیہ میں شاندار تہذیبی روایات کو پروان چڑھایا۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب یورپ ''سیاہ یورپ'' کے نام سے جانا جاتا تھا۔ جسے آج کل ترقی یافتہ یورپ کہا جاتا ہے۔

رابرٹ بریفالٹ اس بات کا اقرار اس انداز میں کرتا ہے:

> ''پندرہویں صدی میں عرب اور مسلم اثرات کی وجہ سے حقیقی نشاۃِ ثانیہ رونما ہوئی۔ یورپ کی نئی زندگی کا گہوارہ اٹلی نہیں بلکہ سپین ہے۔ آہستہ آہستہ بربریت کے غار میں گرتے گرتے یورپی قومیں جہالت و ذلت کی تاریک ترین گہرائی میں جا پڑی تھیں۔ اِس دور میں اسلامی دنیا کے شہر بغداد، قاہرہ، قرطبہ، طلیطلہ تہذیب و تمدن اور ذہنی سرگرمیوں کے مرکز تھے۔''

یورپی قوموں نے اِن حالات میں اپنی تہذیب کو اسلامی تہذیب میں مدغم اور تباہ و برباد ہونے سے بچانے کے لیے اس کی کچھ اچھی باتیں لے لیں، جن پر سختی سے عمل پیرا ہونا شروع کر دیا جبکہ مسلمانوں نے اسلام سے دوری اختیار کر لی اور عیش و عشرت میں پڑ گئے، جس کی وجہ سے مغربی تہذیب زیادہ مستحکم انداز میں اُبھر کر منظرِ عام پر آئی۔

اسلامی تہذیب اس وقت وقتی طور پر دب گئی۔ وہ اس کے اثر کو کم کرنے میں تو کامیاب ہو گئے لیکن ختم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

یہیں سے تہذیبی تصادم نے جنم لیا۔ لہٰذا اس تصادم سے درج ذیل اثرات مرتب ہوئے:

☆ مسلمان ذہنی تضاد اور اضطراب کا شکار ہو کر اپنی روایات کو بھولنے لگے۔ لہٰذا وہ اپنے مذہب اور جدید تہذیب کے تصادم کے درمیان پس رہے ہیں۔ اُن کی حیثیت چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پسنے والوں کی سی ہے۔ وہ اپنے مذہب سے انحراف نہیں کر سکتے۔ دوسری جانب مغربی تہذیب میں اِس قدر کشش پائی جاتی ہے کہ وہ اِسے بھی چھوڑنے کو تیار نہیں۔

☆ تہذیبی تصادم کا ایک اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں کے رسم و رواج اور تہذیب و تمدن میں مغرب کا رنگ پایا جانے لگا۔ وہ اپنے کھانے، پینے، پہننے اور رہنے سہنے میں مغرب کا انداز اپنائے ہوئے ہیں۔

☆ مسلمانوں میں جہاد کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اس تصادم کے نتیجہ میں مسلمانوں کے دلوں سے جہاد بالسیف کو ختم کر دیا گیا۔ یہ المیہ بھی مذہب سے دوری کے باعث پیش آیا۔ المختصر یہ کہ اس تصادم کے باعث کشمکش کا شکار ہو کر مسلمان مذہب سے دور ہو گئے، جس کو کسی مفکر نے بڑے خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے:

> ''مسلمانوں نے مذہب کو چھوڑا تو گمراہ ہوئے، غیروں نے مذہب کو چھوڑا تو ہدایت پر آئے، کیونکہ مسلمانوں کا مذہب ہدایت تھا۔ وہ ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کی راہ پر چلے گئے۔ غیروں کا مذہب گمراہی تھا، وہ گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت پر آ گئے۔''

سوال نمبر 5

(i) متقین غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔

(ii) حضرت عیسیٰؑ کی آواز پر کہ کوئی ہے جو خدا کی باتوں پر میری مدد کرے تو جنہوں نے فوراً کہا کہ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں اور دین اللہ کی سر بلندی میں آپؑ کے ساتھ ہیں وہ لوگ حواری کہلائے۔

(iii) سات سال کی عمر سے۔

(iv) ایماندار تاجر کو خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں کا ساتھ نصیب ہوگا۔

(v) حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ۔

(vi) اسلامی تہذیب کی اساس نظریہ توحید پر رکھی گئی ہے اور انسانی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت ہے۔

(vii) اپنی قوم اور ملک کے ساتھ مخلص ہونا اور سائنس کی ترقی میں نمایاں کردار و مقام۔

www.paksights.com